ہفتہ 03 جولائی 2021ء | 22 ذوالقعدہ 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:157

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ

(الحجرات:14)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس یہ بڑا خوف دلانے والی تنبیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ روزے اور یہ رمضان کا مہینہ اس لئے ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انتہائی رحم کا سلوک ہے۔ پھر فرمایا کہ ان دنوں میں شیطان کو جکڑ کر میں نے تمہارے لئے یہ سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ تم آسانی سے تقویٰ اختیار کر سکو۔ ان احکامات پر چل سکو، چلنے کی کوشش کرو۔ میرا قرب پانے والے بن سکو لیکن اب بھی اگر روزے کے ساتھ بظاہر عبادتوں کی طرف توجہ دے رہے ہو لیکن اپنی اَناؤں اور جھوٹی عزتوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہو تو روزے کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر اگر ہم ان جالوں اور ان خولوں کو توڑ کر باہر نہیں نکلتے اور صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے تقویٰ کو حاصل کرنے کی طرف ہم توجہ نہیں دیں گے یا نہیں دیتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ دو عملی ہے اور ظاہری تقویٰ کا اعلان اور دل میں ناپاکیاں یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا کہ خوف کا مقام ہے اور یہ خوف کا مقام اَور بھی بڑھ جاتا ہے کہ کسی کے تقویٰ کا فیصلہ کسی انسان نے نہیں کرنا۔ یہ فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ اور جب یہ فیصلہ خدا تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے تو پھر سوائے توبہ، استغفار، تسبیح، تحمید اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا ورد اور ڈرتے ڈرتے دن بسر کرنا اور خدا تعالیٰ کے خوف سے راتیں گزارنا، اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ لیکن ہمارا خدا بڑا پیار کرنے والا خدا ہے۔ قربان جائیں ہم اس پر کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں رمضان میں اپنے بندے کے بہت قریب آ گیا ہوں اس لئے فیض اٹھا لو جتنا اٹھا سکتے ہو اور تقویٰ کے حصول کے لئے میرے بتائے ہوئے طریق پر چلنے کی کوشش کرو تا کہ تم اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بن سکو۔ یہ کیمپ جو ایک مہینہ کا قائم ہوا ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھا لو کہ اس میں خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے کی گئی نیکیاں تمہیں عام دنوں میں کی گئی نیکیوں کی نسبت کئی گنا ثواب کا مستحق

بقیہ صفحہ 5 پر

اس شمارہ میں

- لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں (منظوم)
- ماں کی جائے نماز
- تبدیلی اندر سے پیدا ہوتی ہے
- تسخیر کائنات اور سائنسی نکات

فرمان رسول ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ روزہ خالص میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ بندہ اپنی شہوت، کھانا پینا میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے اور روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اس وقت جب وہ افطار کرتا ہے اور ایک خوشی اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملتا ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو، اللہ کے نزدیک مشک عنبر کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔‘‘

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون...حدیث:7492)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

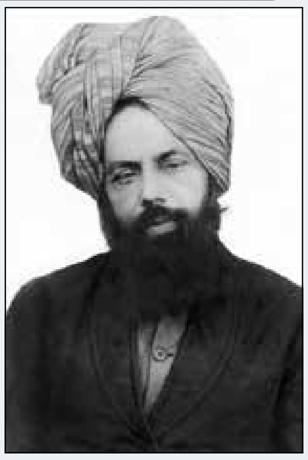

حقیقتِ بیعت

بیعت کا لفظ ایک وسیع معنے رکھتا ہے اور اس کا مقام ایک انتہائی تعلق کا مقام ہے کہ جس سے بڑھ کر اور کسی قسم کا تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ ہمارے نور کی پوری روشنی میں نہیں ہیں۔ جب تک انسان کو ابتلا کی برداشت نہ ہو اور ہر طرح سے وہ اس میں ثابت قدمی نہ دکھا سکتا ہو تب تک وہ بیعت میں نہیں ہے۔ پس جو لوگ صدق و صفا میں انتہائی درجہ تعلق پر پہنچے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کو امتیاز میں رکھتا ہے۔ طاعون کے ایام میں جو لوگ بیعت کرتے ہیں۔ وہ سخت خطرناک حالت میں ہیں کیونکہ صرف طاعون کا خوف اُن کو بیعت میں داخل کرتا ہے۔ جب یہ خوف جاتا رہا تو پھر وہ اپنی پہلی حالت پر عود کر آویں گے۔ پس اس حالت میں اُن کی بیعت کیا ہوئی؟

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 4تا5۔ ایڈیشن 1984ء)

جماعت کو نصیحت

ہماری جماعت کو ایسا ہونا چاہیے کہ نری لفّاظی پر نہ رہے بلکہ بیعت کے سچے منشا کو پورا کرنے والی ہو۔ اندرونی تبدیلی کرنی چاہیے۔ صرف مسائل سے تم خدا تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتے۔ اگر اندرونی تبدیلی نہیں تو تم میں اور تمہارے غیر میں کچھ فرق نہیں۔ اگر تم میں مکر، فریب، کسل اور سُستی پائی جائے تو تم دوسروں سے پہلے ہلاک کیے جاؤ گے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے بوجھ کو اُٹھائے اور اپنے وعدے کو پُورا کرے۔ عمر کا اعتبار نہیں۔ دیکھو مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہو گئے۔ ہر جمعہ میں ہم کوئی نہ کوئی جنازہ پڑھتے ہیں۔ جو کچھ کرنا ہے اب کر لو۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو پھر تاخیر نہیں ہوتی۔ جو شخص قبل از وقت نیکی کرتا ہے امید ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔ اپنے نفس کی تبدیلی کے واسطے سعی کرو۔ نماز میں دعائیں مانگو۔ صدقات خیرات سے اور دوسرے ہر طرح کے حیلہ سے وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا (العنکبوت:70) میں شامل ہو جاؤ۔ جس طرح بیمار طبیب کے پاس جاتا، دوائی کھاتا، مسہل لیتا، خون نکلواتا، ٹکور کرواتا اور شفا حاصل کرنے کے واسطے ہر طرح کی تدبیر کرتا ہے۔ اسی طرح اپنی روحانی بیماریوں کو دُور کرنے کے واسطے ہر طرح کی کوشش کرو۔ صرف زبان سے نہیں بلکہ مجاہدہ کے جس قدر طریق خدا تعالیٰ نے فرمائے ہیں وہ سب بجا لاؤ۔ صدقہ خیرات کرو۔ جنگلوں میں جا کر دعائیں کرو۔ سفر کی ضرورت ہو تو وہ بھی کرو۔ بعض آدمی پیسے لے کر بچوں کو دیتے پھرتے ہیں کہ شاید اسی طرح کشوف باطن ہو جائے۔ جب باطن پر قفل ہو جائے تو پھر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ حیلے کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ جب انسان تمام حیلوں کو بجا لاتا ہے تو کوئی نہ کوئی نشانہ بھی ہو جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 188-189۔ ایڈیشن 1984ء)

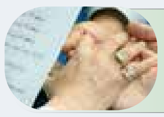

دربارِ خلافت

شریعت کے دو ہی بڑے حصے اور پہلو ہیں جن کی حفاظت انسان کو ضروری ہے (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر ایک صاحب ہیں خالد صاحب، کہتے ہیں کہ ایک روز ایک غیر احمدی دوست نے جماعت کے بارے میں بتایا کہ یہ لوگ ہندوستان میں مسیح موعود کے ظہور کے قائل ہیں۔بعض دیگر عقائد بھی بتائے۔ مجھے شروع سے ہی اطمینانِ قلب نصیب ہونے لگا۔ پھر ایم۔ ٹی۔ اے دیکھا تو مزید تسلی ہوئی اور مَیں نے اس دوست کو بتایا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے تعجب سے کہا کہ کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ مَیں نے کہا کہ میرا دل مطمئن ہے اور میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔قبل ازیں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صرف تصویر دیکھ کر آپ کی صداقت کا قائل ہو چکا تھا۔ ایم۔ ٹی۔ اے سے اسلام کی صحیح تصویر کا علم ہوا۔ الحمد للہ کہ اس کے ذریعے امام الزمان کا پتہ ملا۔تقریباً ایک سال قبل خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چہرے پر بوسہ دیا تھا۔ خاکسار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی حکومت اور حاکموں اور خراب حالات کا شکوہ کیا۔ پھر لکھتے ہیں کہ آپ لوگوں نے ہماری آنکھیں کھولیں اور اندھیروں سے نکال کر حق دکھایا ہے۔ جزاکم اللہ۔ پھر مجھے لکھتے ہیں کہ میری تمنا ہے کہ مَیں آپ کی دستی بیعت کروں۔ ایسے بہت سارے واقعات اَور ہیں سب کی تفصیل تو بیان نہیں ہوسکتی۔ پھر ایک واقعہ افریقہ سے مَیں نے لیا ہے۔ امیر صاحب گیمبیا لکھتے ہیں کہ بارہ ایریا میں وہاں کے مقامی جماعت کے صدر صاحب کی نگرانی میں تبلیغی پروگرام تشکیل دیا گیا۔ اس پروگرام کے ذریعے ایک دوست علیو کمارا صاحب سے رابطہ ہوا۔ (افریقہ میں اکثر ایسا ہے کہ نام کے ساتھ آخر میں ’’واؤ‘‘ یا ’’پیش‘‘ لگا دیتے ہیں۔ علیو کا مطلب ہے ’’علی‘‘۔ علی کمارا صاحب۔ یہ مسلمان تھے) ان کو جماعت کے عقائد کے بارے میں بتایا گیا۔ ان کے ساتھ دو ہفتے تک مسلسل تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ پھر صدر صاحب نے اُن سے کہا کہ آپ خدا تعالیٰ سے ہدایت طلب کریں اور مَیں بھی آپ کے لئے دعا کروں گا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُسی دن پچیس اور چھبیس مئی 2011ء کی درمیانی رات انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک پگڑی والے بزرگ ہیں جو اُن کو اپنی طرف بلا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ادھر آؤ ہدایت یہاں ہے۔ صبح اُٹھ کر انہوں نے خواب بتائی تو کہنے لگے کہ جس بزرگ کو مَیں نے خواب میں دیکھا ہے وہی امام مہدی ہیں کیونکہ ان کی تصویر وہ ایک میگزین جو اُنہیں دورانِ تبلیغ دیا گیا تھا اُس میں پہلے دیکھ چکے تھے۔ اس پر انہیں بیعت فارم دیا گیا اور کہا گیا کہ اس کو پُر کرنے سے پہلے اس کا اچھی طرح مطالعہ کر لیں۔ علیو کمارا صاحب نے جب بیعت فارم پڑھا۔ کہنے لگے کہ میں اب مزید انتظار نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اُسی وقت بیعت فارم پُر کر کے جماعت میں داخل ہو گئے۔

پھر امیر صاحب آئیوری کوسٹ لکھتے ہیں کہ وواتے ریجن کے گاؤں نیا کارہ میں ایک مارابو یعنی وہ شخص مولوی جو تعویذ گنڈے کیا کرتا تھا، اُن کا نام کونے ابراہیم تھا۔ اُنہوں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ اُسے ملتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ میں عیسیٰ نبی ہوں۔ ایک دن وہ احمدیہ مشن ہاؤس آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر دیکھ کر حیران ہوگیا اور کہا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو اپنا تعارف نبی عیسیٰ کروا رہے تھے۔ اور اُس نے اُسی وقت بیعت کر لی

بقیہ صفحہ 5 پر

لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

وہ جو تیرے فقیر ہوتے ہیں
آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

دیکھنے والا اک نہیں ملتا
آنکھ والے کثیر ہوتے ہیں

جن کو دولت حقیر لگتی ہے
اف! وہ کتنے امیر ہوتے ہیں

جن کو قدرت نے حسن بخشا ہو
قدرتاً کچھ شریر ہوتے ہیں

زندگی کے حسین ترکش میں
کتنے بے رحم تیر ہوتے ہیں

وہ پرندے جو آنکھ رکھتے ہیں
سب سے پہلے اسیر ہوتے ہیں

پھول دامن میں چند رکھ لیجے
راستے میں فقیر ہوتے ہیں

ہے خوشی بھی عجیب شے لیکن
غم بڑے دل پذیر ہوتے ہیں

اے عدمؔ احتیاط لوگوں سے
لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

عبدالحمید عدم

آج کی دعا

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ بِنِعۡمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ

(ابن ماجہ، کتاب الادب باب فضل الحامدین)

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس کے فضل سے اچھے کام پورے ہوتے ہیں۔

یہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کاموں کے تکمیل پانے اور بامراد ہونے کی بہت پیاری دعا ہے۔

سرورِ کونین، خاتم الانبیاء، اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ شکر گزار پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبتِ الٰہی، شکرِ نعمت، ذکرِ الٰہی، حمدِ باری تعالیٰ کے حسین رنگ اس جامع دعا میں نظر آتے ہیں کہ جب بھی آپ ﷺ کی دعا قبولیت کا درجہ پاتی اور آپ ﷺ کے نیک کاموں کی تکمیل ہوتی تو آپ ﷺ مندرجہ بالا دعا فرماتے تھے۔

مرسلہ: قدسیہ محمود سردار

اداریہ

ماں کی جائے نماز

مکرم سید شمشاد احمد ناصر مبلغ سلسلہ امریکہ نے گذشتہ دنوں کسی شاعر کی ایک نظم بھیجی ۔ خاکسار نے جب پڑھی تو مجھے اپنے بزرگ والدین کے جائے نماز نظر کے سامنے گھومنے لگے جو گھروں میں فراخی نہ ہونے کی وجہ سے سالہا سال ابا کی ایک ہی جائے نماز ہوتی اور امی کی الگ جائے نماز۔ اور یہ دونوں جائے نماز سالوں کے استعمال کی وجہ سے بوسیدہ ہو چکے تھے۔ پاؤں والے حصہ اور سجدہ گاہ سے شنیل غائب ہو چکا تھا۔تب بھی وہ بہت خوبصورت لگا کرتے اور جب کبھی ان جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو امی ابا کے سانسوں کی خوشبو اور آنسوؤں سے بھیگی جگہ بول بول کر گواہی دے رہی ہوتی کہ یہ جگہ جہاں اور بہت سے بزرگوں جیسے خلفائے کرام، اپنے والدین، عزیز واقارب اور احباب و خواتین کے لیے دعا کرتے بھیگ گئی ہے۔

وہاں سب بہن بھائیوں کے لیے دعائیں کرتے آنسوؤں سے یہ جگہ بھیگی ہے۔ بسا اوقات وہ جگہ آنسو سے بار بار تر ہونے کی وجہ سے سخت ہوگئی ہوتی۔ مگر اس پر سجدہ کرنے کا الگ ہی مزہ اور لطف آتا۔ اور والدین کی درازی عمر کے لیے دعا کا موقع میسر آتا۔

آج یہ آرٹیکل تحریر کرتے وقت اپنے والدین کی جائے نماز کو دیکھا اور غور کیا تو میرا دھیان مجھے سورہ یوسف کی آیت 94 کی طرف گیا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کے ساتھ معاملے میں آپ علیہ السلام نے اپنی قمیض اپنے بھائیوں کے ہاتھ اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھجوائی۔ جس کو سونگھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کے آثار کا بھی پتہ چل گیا اور ان پر حقیقت بھی واضح ہوگئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

میری قمیض ساتھ لے جاؤ اور میرے باپ کے سامنے اسے ڈال دو، اس پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔

اس قمیض کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ کہ مجھے تو اب یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔

اس بیان سے یہ حقیقت تو عیاں ہوتی ہے کہ انسان کے جسم کے پسینے کی خوشبو اس کے کپڑوں میں رچ بس جاتی ہے۔ اس لیے تو عموماً بزرگوں بالخصوص والدین کی وفات کے بعد ان کے کپڑوں کو پکڑ کر ان کے بچے اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ مجھے اس میں ابو یا امی کی خوشبو آتی ہے۔ ہم روحانی دنیا میں بھی آئے روز ملاحظہ کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی حضرت صاحب سے ملاقات کی سعادت حاصل کرے تو وہ خود بھی یا اس کے دوست احباب اس سے مل کر خوشی کا اظہار کر کے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہمیں تو آپ کے ہاتھوں سے یا کپڑوں سے خلیفۃ المسیح کی خوشبو آتی ہے۔ میں جب سیرالیون میں بطور مبلغ سلسلہ گیا ایک new commer مربی جو پاکستان سے آئے تھے (اور خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ابھی ربوہ میں ہی تھے) کو دیکھ کر ایک بزرگ افریقن نے اپنے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو بلوا کر کہا کہ یہ مولوی صاحب میرے خلیفہ کی بستی سے آئے ہیں اور ان کے کپڑوں سے مجھے خلیفہ کے کپڑوں کی خوشبو آرہی ہے اس لیے اس سے برکت لے لو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے 1998ء کے دورہ سیرالیون پر اس بزرگ کو خصوصی طور پر بلوا کر براہ راست کپڑوں سے برکت حاصل کرنے کے سامان مہیا کئے۔

ماں کا اپنی اولاد اور اولاد کا اپنی ماں سے ایک لاثانی تعلق ہے۔جس کی مثال کسی دوسرے رشتے میں نہیں ملتی۔ اب جب سوشل میڈیا عام ہوا ہے اور mother days منانے کا رواج ہوا تو ماں کے پیار بھرے تعلق کو مختلف اچھوتے انداز میں بیان کیا جاتا ہے جو سبق آموز نصیحت آموز بھی ہوتے ہیں۔

ماں کا اپنی اولاد سے جو محبت بھرا تعلق ہے اس حوالے سے بہت مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر اس مثال سے حسین مثال نہیں دی جا سکتی جب کسی بادشاہ نے اپنے مرید سے کہا کہ یہ کام تب ہو گا جب آپ اپنی ماں کا سر قلم کر کے ایک ٹرے میں میرے سامنے پیش کرو۔ وہ ناخلف بیٹا اپنے کام کی خاطر ماں کا سر قلم کر کے لا رہا تھا کہ اسے ٹھوکر لگ گئی اور ماں کا سر ٹرے سمیت نیچے گر گیا۔ تب ماں کے کٹے سر سے یہ آواز بلند ہوئی کہ ’’بیٹا چوٹ تو نہیں لگی‘‘۔

ماں اور بیٹے کے تعلق کا ایک قصہ ملتا ہے۔ اس کا ذکر تعلیم و تربیت کے انداز کے حوالے سے کرنا ضروری ہے۔ ایک مشہور سائنسدان تھامس ایڈیسن ایک دن اسکول سے واپس گھر آیا۔ اور ایک پرچہ بند لفافہ میں ماں کو دیتے ہوئے کہا کہ استاد نے کہا تھا کہ صرف ماں کو دینا۔ ماں اسے کھول کر بلند آواز سے پڑھنے لگی کہ تمہارا بیٹا بہت (genious) ہے ہمارے اسکول میں اتنا اچھا استاد نہیں جو اس کی تربیت کر سکے اس لیے اسے خود ہی پڑھاؤ۔

یہ نکما بیٹا جب سائنسدان بن گیا اور اس کی ماں بھی وفات پا گئی تو اسے گھر کے کاغذات تلاش کرنے پر ایک پرچہ ملا۔ جو اسکول سے آیا تھا۔ جس کے متعلق استاد نے ایڈیسن کو کہا تھا کہ صرف اپنی ماں کو دینا ہے اس پر لکھا تھا کہ تمہارا بیٹا تو ذہنی معذور ہے۔ ہم اسے اسکول میں برداشت نہیں کر سکتے۔ مگر ماں نے بچے کا دل رکھنے اور اس کی حوصلہ افزائی کر کے اسے ایک عظیم انسان بنانے کے لئے اپنے بچے کے متعلق بُرا سننا برداشت نہ کیا اور دعاؤں کے ساتھ اسے زیرو سے ہیرو بنا دیا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ تھامس ایڈیسن نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ بیشک تھامس ایک معذور بچہ تھا جسے ایک ہیرو ماں نے genious بنا دیا۔ جسے دنیا والوں نے ذہنی معذور کہہ ڈالا مگر اس کی محبت نے سب کچھ غلط ثابت کر دیا اور اس مقام تک پہنچا دیا جس کے لیے لوگ صرف خواب دیکھتے ہیں۔

ایک تصنیف ’’مشترکہ خاندانی نظام‘‘ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ماں اور پھر باپ کا بلند مقام بیان کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ماں کے لفظ میں ’’میم‘‘ دنیا بھر کی تمام زبانوں میں ماں کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ میں سانجھا ہے۔ جس سے یہ بخوبی کہا جا سکتا ہے کہ تمام مذاہب اور معاشروں میں ماں کا مقام مسلّم ہے۔ سانجھا ہے۔ جسے ہر وقت ہر موقع پر خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ نہ ہو کہ ماں کی زندگی میں تو اسے نہ سکون، نہ سانس لینے دیں۔ مگر اس کی وفات کے بعد اس کے کپڑوں سے خوشبو تلاش کریں۔ یہ مناسب نہیں۔ ماں کی عزت، اس کے مقام اور عالی مرتبہ کو سامنے رکھ کر ماں سے عزت سے پیش آنا ضروری ہے۔

(ابو سعید)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ 23 سال کے عرصہ پر پھیل کر قرآن کریم کا اترنا قرآن کریم کی سچائی کی بھی دلیل ہے اور آنحضرت ﷺ کی سچائی کی بھی دلیل ہے کہ ایسے ایسے سخت حالات آئے، سخت جنگیں ہوئیں یہاں تک کہ خود آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کو بھی نقصان پہنچایا یا پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ ایک یہودیہ نے زہر دینے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فوراً بتا دیا اور آپؐ نے منہ سے لقمہ نکال دیا اور زہر کا اثر نہیں ہوا لیکن بہرحال اس کی تکلیف آپؐ کو آخر تک رہی۔ پھر جنگ اُحد میں آپؐ کو بڑے گہرے زخم آئے۔ جنگوں میں آپؐ کو بڑی تکالیف پہنچیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب تک قرآن کریم کو مکمل طور پر نازل نہیں کر دیا دین کامل ہونے اور نعمت تمام ہونے کا اعلان نہیں فرما دیا آپؐ کی ذات پر کوئی حملہ جان لیوا ثابت نہ ہو سکا۔ آپؐ کی وفات طبعی طور پر ہوئی۔ پس یہ آیات کا ٹکڑوں میں اترنا بھی جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عظیم رسول پر ایک عظیم تعلیم کے اترنے کا بھی نشان ہے اور یہی اس تعلیم کی خوبصورتی بھی ہے۔ اس کے ٹکڑوں میں اترنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت کا انسان ابھی اس قابل نہیں تھا کہ ایک دم میں اس تعلیم کو سمجھ سکتا بلکہ بہت سی باتیں بعض صحابہؓ کو بھی سمجھ نہیں آتی تھیں۔ لیکن دوسرے نشانات اور معجزات دیکھ چکے تھے اس لئے ایمان کامل تھا۔ یا ان کی سمجھ اتنی تھی جتنا ان کا علم اس زمانے میں تھا۔ بعض زیادہ پڑھے لکھے نہیں بھی تھے لیکن ان کا ایمان کامل تھا ان نشانات کو دیکھ چکے تھے۔

(خطبہ جمعہ 21/ دسمبر 2007ء)

شیخ مجاہد احمد شاستری۔ قادیان

تبدیلی اندر سے پیدا ہوتی ہے

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان حدیث نمبر 52)

صحیح بخاری میں ایک حدیث درج ہے جس میں پیارے آقا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہے کہ انسان کے جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو تو پورا جسم درست رہتا ہے۔ اور اگر اُس میں بگاڑ آ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ اور وہ قلب (دل) ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کی اصلاح کا دار و مدار ’’قلب‘‘ کی اصلاح پر ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر قسم کی تبدیلیوں کی شروعات اندرونی تبدیلی میں ہے یعنی سوچ و فکر کی تبدیلی میں نہ کہ بیرونی تبدیلی سے۔

اس حدیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے دو پہلوؤں پر غور کریں۔ پہلا رُخ ہے بیرونی تبدیلی اور اُس کے نتائج۔ جب کہ دوسرا رُخ ہے اندرونی تبدیلی اور اُس کے نتائج۔

جب ہم تصویر کے پہلے پہلو پر غور کرتے ہیں تو اس حدیث کی روشنی میں موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی بڑی بڑی تحریکیں غیر فطری نظر آتی ہیں۔ کیوں کہ ان کا مقصد اور نشانہ دوسری چیزوں کی تبدیلیاں تھا نہ کہ اندرونی تبدیلی۔ کسی کا نشانہ تبدیلی حکومت تھا اور کسی کا نشانہ تبدیلی نظام، کسی کا نشانہ تبدیلی قیادت تو کسی کا نشانہ تبدیلی جغرافیہ۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تحریکیں کامیابی سے ہمکنار نہ ہوئیں۔

تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور اُن کے پیروؤں نے کہا کہ سکھ اور مرہٹہ سے اسلام کو خطرہ ہے سکھ اور مرہٹہ راستہ سے ہٹادئے گئے۔ مگر اسلام بدستور خطرہ میں رہا۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے پیروؤں نے کہا کہ انگریز سے اسلام کو خطرہ ہے۔ انگریز کا اقتدار ختم ہو گیا مگر اسلام پر خطرہ بدستور قائم رہا۔

محمد علی جناح اور دوسرے مسلم لیڈروں نے کہا کہ ہندوؤں سے اسلام کو خطرہ ہے ہندوؤں سے کٹ کر مسلمانوں کی الگ ریاست قائم ہو گئی مگر اس کے باوجود اسلام مسائل سے گھرا رہا اور اُن کا خطرہ بدستور قائم رہا۔ مولانا مودودی ابو الاعلیٰ مودودی اور اُن کے ہم خیال لوگوں نے کہا کہ ایوب اور بھٹو سے اسلام کو خطرہ ہے۔ ایوب اور بھٹو کا اقتدار ختم ہو گیا۔ مگر اسلام کا خطرہ ختم نہیں ہوا۔ ہر وہ طاقت جس کو مسلمانوں نے اسلام کا دشمن قرار دیا وہ راستے سے ہٹائی جاتی رہی مگر اسلام اور مسلمان بدستور خطرے میں گھرے رہے۔

50 سے زائد مسلم ممالک روئے زمین پر موجود ہیں کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔ عالمی دنیا میں ان کو کوئی وقعت حاصل نہیں۔ اخلاقی لحاظ سے انتہائی گری حالت میں ہیں۔ دجالی طاقتیں جب چاہیں جس حکومت کو گرادیں۔ عوام کے حالات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ دنیاوی رہنماؤں کی اکثریت مال و دولت کے حصول کے لئے خود غرضیوں میں ملوّث ہیں۔ نام نہاد مذہبی رہنماؤں کا حال بھی اس سے کچھ کم نہیں ہے۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ بڑی بڑی درگاہیں اور گدیاں لاکھوں، کروڑوں میں سالانہ آمد کر رہی ہیں۔ چڑھاوے اور نیاز کی تقسیم کے لئے لڑائی جھگڑا معمول کی بات ہے۔

اس کے مقابل ایک دوسری تبدیلی یعنی اندورنی تبدیلی پر نظر ڈالیں۔ جس کی طرف مندرجہ بالا حدیث میں اشارہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے۔ انسانوں کے مجموعہ کا نام قوم ہے۔ لہٰذا اس کے معنی ہوئے جب صالح انسانوں کی اکثریت ہو جائے گی تو قوموں میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ یہ اندرونی تبدیلی تعمیری ہوتی ہے نہ کہ تخریبی۔ اُمت محمدیہ میں اس تعمیری اور تجدیدی کاموں کے لئے ایک اندرونی مصلح اور مامور کی خبر خود آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ اس بارے میں ایک دوسری حدیث میں اشارہ موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء)

یعنی اے مسلمانوں تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوگا اور وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔

منکم کے الفاظ نے بتادیا کہ وہ تجدید دین کرنے والا اندر سے ہوگا نہ کہ باہر سے۔ اس کے معروف معنی تو یہ ہیں کہ وہ امت مسلمہ کا ایک فرد ہوگا نہ کہ امت موسوی کا کوئی فرد۔ لیکن اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ وہ آنے والا موعود انسانوں کا تزکیۂ نفس کرکے اُن کی اندرونی کثافتوں اور غلاظتوں کو دور کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقام پر اس حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ

’’خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیّت اور گمراہی سے بھرا ہوا پاکر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا۔ اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ۔۔۔۔ اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ تب مَیں نے اُس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ ندا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اس کو دوبارہ قائم کروں۔ اور خدا سے قوت پاکر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو صلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دُور کروں۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 3)

اسی طرح فرمایا کہ

’’سو اسی بنا پر یہ عاجز اس سِلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے اور چاہتا ہے کہ صحبت میں رہنے والوں کا سِلسلہ اور بھی زیادہ وسعت سے بڑھادیا جائے اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں کہ جو ایمان اور محبت اور یقین کے بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں اور ان پر وہ انوار ظاہر ہوں کہ جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور وہ ذوق ان کو عطا ہو جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے تا اسلام کی روشنی عام طور پر دنیا میں پھیل جائے اور حقارت اور ذلّت کا سیہ داغ مسلمانوں کی پیشانی سے دھویا جائے۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 23، 22)

ایک اور مقام پر اس اندونی تبدیلی اور اخلاق کے قیام کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

’’اِس تاریکی کے زمانہ کا نور مَیں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچّے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 13)

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسیہ کی برکت سے جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور آپ کی پاک جماعت میں شامل ہو کر اندورنی تبدیلی کی وہ سچے امانت دار، امین ومحنتی بنتے چلے گئے۔ تاریخ احمدیت میں ایک دو نہیں سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ جب احمدیت قبول کرنے کے نتیجہ میں ایک شخص کلیتاً تبدیل ہو کر نئی زندگی حاصل کرنے والا ہو گیا۔ اس اندرونی تبدیلی کی گواہیاں دوسروں نے بھی برملا دی ہیں۔ چنانچہ تاریخ سے ایسی چند گواہیاں درج ہیں:۔

(1) علامہ اقبال کہتے ہیں:

’’پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔‘‘

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر اردو ترجمہ از مولوی ظفر علی خان صفحہ 18)

(2) علامہ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ

’’اس میں کلام نہیں کہ انہوں (مرزا صاحب) نے یقیناً اخلاقِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی

کو ہم یقیناً اسوہ نبی کو پرتو کہہ سکتے ہیں۔‘‘

(ماہنامہ نگار لکھنؤ نومبر 1965)

(3) سردار دیوان سنگھ مفتون لکھتے ہیں:

’’ایڈیٹر ریاست کو اپنی زندگی میں سینکڑوں احمدیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا اور ان سینکڑوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں دیکھا گیا جو اسلامی شعار کا پابند اور دیانت دار نہ ہو۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ ایک احمدی کے لئے بد دیانت ہونا ممکن ہی نہیں۔‘‘

(اخبار ریاست دہلی 13 نومبر 1952ء)

(4) اخبار اسٹیٹسمن میں:

’’اس (بانئ جماعت) نے اپنے گرد پیش کو نیکی اور بلند االاخلاق سے بھر دیا۔ یہ اچھی صفات اس کے لاکھوں ماننے والوں میں بھی منعکس ہیں۔ احمدیہ جماعت کا نقطہ نظر تعمیری اور اس کا رویہ پابندِ قانون ہے۔ یہی ایک واحد جماعت ہے جو عدالتی ریکارڈ کی رو سے جرم سے پاک ثابت ہوتی ہے۔‘‘

(اخبار Statesman دہلی 12 فروری 1949ء)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

بنانے والی ہوں گی۔

پس اٹھو اور میرے حکموں کے مطابق اپنی عبادتوں کو بھی سنوارو اور اس عہد کے ساتھ سنوارو کہ یہ سنوار اَب ہم نے ہمیشہ قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ اٹھو اور اپنے اعمال کو بھی خوبصورت بناؤ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق بناؤ اور اس ارادے سے بنانے کی کوشش کرو کہ اب ہم نے ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے۔ اٹھو اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جو عہد کیا ہے اس کا حقیقی اِدراک اس مہینے میں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس سوچ کے ساتھ کرو کہ اب یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھو کہ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۡوَاِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ (البقرۃ: 42) کہ میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت مت لو اور مجھ سے ہی ڈرو یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری باتیں جو دین ہیں ان کے بدلے میں دنیا کی خواہش نہ کرو۔ یاد رکھو دین کے مقابلے میں دنیا بالکل حقیر چیز ہے۔ پس یہ سوچ ہے جو ہم میں سے ہر ایک میں پیدا ہونی چاہئے تبھی ہم رمضان کا حقیقی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ یہی نہیں کرتا کہ بندے کو کہہ دیا کہ تقویٰ اختیار کرو یہ میرا حکم ہے اور حکم عدولی کی تمہیں سزا ملے گی بلکہ فرمایا کہ اس تقویٰ کا تمہیں ہی فائدہ ہو گا اور پھر خدا تعالیٰ نے ان فوائد کا بھی ذکر فرما دیا جو اس دنیا کے بھی فوائد ہیں اور آخرت کے بھی فوائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم شریعت کے طریق پر چلو گے اور احکامات پر عمل کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا ولی اور دوست ہو جائے گا۔ فرمایا یہ دنیا والے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اِنَّهُمۡ لَنۡ يُّغۡنُوۡا عَنۡكَ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا (ہود: 96) وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

اس لئے لوگوں کی پناہیں تلاش کرنے کی بجائے اس کامل پناہ کی تلاش کرو جو وَلِیُّ الۡمُتَّقِیۡنَ ہے (الجاثیہ: 20)۔ جو متقیوں کا دوست ہے اور ان کی پناہ گاہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم کوئی بھی کام، کوئی بھی معاملہ میری خاطر کرتے ہو، میری رضا کے حصول کے لئے کرتے ہو، میرا تقویٰ دل میں رکھتے ہوئے کرتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ (التوبہ: 4) یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت مل جائے اسے اور کیا چاہئے۔ اسے تو دونوں جہان کی نعمتیں مل گئیں۔ اس کی تو دنیا و عاقبت سنور گئی اور اس خوبصورت انجام کا اللہ تعالیٰ نے خود کہہ کر بھی بتا دیا کہ تمہارا یہ انجام ہو گا، تمہاری دنیا و عاقبت سنور جائے گی۔ فرمایا کہ یہ جو انجام ہے متقیوں کے لئے ہے۔ دنیا دار اس انجام کو نہیں پہنچ سکتے۔ جو لوگ دنیا والوں کی زیادتیوں پر صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں، دنیا والوں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے، دنیا والوں کی ظاہری طاقت دیکھ کر ان کے آگے جھکتے نہیں تو اِس دنیا میں بھی انہیں طاقت ملے گی اور انجامکار وہی فتحیاب ہوں گے ان شاء اللہ۔

(خطبہ جمعہ 4/ جولائی 2014ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

بقیہ: دربارِ خلافت... از صفحہ 2

اور یہ جو کام تھا تعویذ گنڈے کا اس سے بھی توبہ کر لی۔

غرض کہ ایسے بہت سے واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ باوجود مخالفتوں اور راہِ راست سے گمراہ کرنے کی کوششوں کے جو مولوی اور دوسرے لوگ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کس طرح نیک فطرت لوگوں کی مختلف طریقوں سے رہنمائی فرماتا رہتا ہے اور فرما رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا پیغام سُن کر یا تصویر دیکھ کر ایک کشش کی کیفیت اُن میں پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی اُن کوششوں سے کئی گنا زیادہ ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ پس یہ الٰہی کام ہے جس نے تکمیل کو تو ان شاء اللہ تعالیٰ اب پہنچنا ہی ہے لیکن یہ ترقی ہمیں اس طرف بھی توجہ دلاتی ہے کہ ہم جن کو ایک عرصہ ہو گیا ہے احمدیت پر قائم ہوئے ہوئے یا ہم اُن لوگوں کی اولادیں ہیں جنہوں نے احمدیت قبول کی تھی، ہم نے اپنی حالتیں کیسی بنائی ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ہمارے معیار کیا ہونے چاہئیں؟ جیسا کہ میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تم نیکیوں میں پیچھے جا رہے ہو تو فکر کرو کہ اس سے انسان پھر گرتا چلا جاتا ہے اور بہت دور چلا جاتا ہے۔ بیعت میں آ کر کیا باتیں ہیں جو ہم نے کرنی ہیں، اس پر ہمیں غور کرتے رہنا چاہئے۔ بعض توجہ طلب امور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے مبارک الفاظ میں مَیں بیان کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’شریعت کے دو ہی بڑے حصے اور پہلو ہیں جن کی حفاظت انسان کو ضروری ہے۔ ایک حق اللہ، دوسرے حق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے ’’(اللہ تعالیٰ کا حق تو یہ ہے)‘‘ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی اطاعت، عبادت، توحید، ذات اور صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا۔ اور حق العباد یہ ہے کہ اپنے بھائیوں سے تکبر، خیانت اور ظلم کسی نوع کا نہ کیا جاوے‘‘۔ (کسی بھی قسم کا نہ کیا جائے)۔ ’’گویا اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور نہ ہو۔ سننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں‘‘۔ فرماتے ہیں ’’سننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں لیکن عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں‘‘۔

اور یہی کام ہے جو آج احمدیوں کے سپرد ہے۔ آسان کام تو نہیں۔ مولویوں کی طرح پکے پکائے حلوے تو ہم نے نہیں کھانے۔ یہ اپنی اصلاح کا کام ہی ہے جو ہم نے کرنا ہے، ہر احمدی کو اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ فرماتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل انسان پر ہو تو وہ ان دونوں پہلوؤں پر قائم ہو سکتا ہے‘‘۔ پس ہر وقت اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے اُس کا فضل مانگیں کہ ہمارے قدم کبھی پیچھے نہ ہٹیں، نیکیوں میں ہم پیچھے نہ جائیں، تقویٰ میں ہم ترقی کرنے والے ہوں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے شاملِ حال ہو۔

فرمایا ’’کسی میں قوتِ غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے‘‘ (یعنی غصے میں بہت جلدی آ جاتا ہے)۔ ’’جب وہ جوش مارتی ہے تو نہ اس کا دل پاک رہ سکتا ہے اور نہ زبان‘‘۔ (جب انسان غصے میں آتا ہے، غضب میں آتا ہے تو پھر فرمایا کہ نہ دل اُس وقت پاک ہے، نہ اُس کی زبان پاک ہے اور یہی ہمیں دیکھنے میں آیا ہے۔ بہت سارے مسائل، بہت ساری لڑائیاں، بہت ساری رنجشیں اسی لئے پیدا ہوتی ہیں، یا دلوں میں کینے پلتے ہیں اور بدلے لئے جاتے ہیں یا پھر زبان اس طرح چلائی جاتی ہے کہ وہ لگتا ہی نہیں کسی ایک مومن کی زبان ہے جس سے شریفانہ الفاظ ادا ہو رہے ہوں)۔ پھر فرمایا ’’دل سے اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے کرتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے۔ اور پھر کینہ پیدا کرتا ہے۔ کسی میں قوت شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے‘‘۔ (ان ملکوں میں گندی فلمیں دیکھنا، بے حیائی کی باتیں سننا، ان لغویات کو دیکھنا یہ سب اسی لئے پیدا ہوتی ہیں کہ دل میں تقویٰ نہیں ہوتا اور یہی قوتِ شہوت ہے جو غالب ہو جاتی ہے۔ نوجوانوں کو خاص طور پر اس کا خیال رکھنا چاہئے)۔ فرمایا ’’غرض جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے اس میں داخل نہیں ہو سکتا‘‘۔ پس بہت قابلِ فکر بات ہے کہ عہد تو ہم یہ کر رہے ہیں کہ ہم ایمان میں بڑھیں گے۔ آپ فرما رہے ہیں کہ کامل ایمان پیدا ہی نہیں ہو سکتا اگر یہ باتیں تمہارے اندر رہیں۔

(خطبہ جمعہ 16/ ستمبر 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

انجینئر محمود مجیب اصغر

تسخیر کائنات اور سائنسی نکات

بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

کہکشائیں (Galaxies)

اس عالمین کی یا اس کے اندر جو Galaxies (کہکشاں) ہیں ان کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا المبا زمانہ مقرر کر دیا ہے بعض سائنس دانوں کا یہ خیال ہے کہ ستاروں کے مختلف خاندان جو بے شمار ستاروں پر مشتمل ہوتے ہیں جن کو انگریزی میں Galaxy (کہکشاں) کہتے ہیں ان کا آپس میں ایسا تعلق ہے ایک مربوط تعلق پایا جاتا ہے کہ ان ستاروں کا سارے کا سارا جمگھٹا اکٹھا ایک جہت کی طرف بھی حرکت کر رہا ہے اور ساتھ والی دائیں بائیں یا اوپر نیچے جو دوسری Galaxies (کہکشاں) ہیں وہ بھی ایک خاص جہت کی طرف حرکت کر رہی ہیں اور ان کا درمیانی فاصلہ آہستہ آہستہ بڑھتا جاتا ہے پس جس وقت دو Galaxies (کہکشاں) کے درمیان...... جب اتنا فاصلہ ہو جاتا ہے کہ ستاروں کا ایک اور خاندان وہاں سما سکے تو اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم سے وہاں ایک اور Galaxy کہکشاں پیدا ہو جاتی ہے ''

(انوار القران جلد دوم صفحہ 298)

تسخیر کائنات

''اسلام نے پہلی بات ہمیں یہ بتائی ہے کہ اس یونیورس Universe اس عالمین کی ہر چیز بلا استثناء انسان کی خدمت کے لئے اور اسے فائدہ پہنچانے کے لئے پیدا کی گئی ہے آج سے چودہ سو سال پہلے جب کہ چاند سے فائدہ حاصل کرنے کا تخیل بھی انسان کے ذہن میں نہیں آیا تھا قرآن کریم نے یہ اعلان کیا

الم تروا ان اللہ سخرلکم ما فی السموات وما فی الارض

اور ایک اور دوسری جگہ فرمایا وسخرلکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ

کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے اس کائنات کی ہر چیز تمہارے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے اور اسے تمہاری خدمت پر لگا دیا گیا ہے۔''

(انوار القرآن جلد سوم صفحہ 26)

''اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ تمام قوتیں اور استعدادیں عطا فرمائی ہیں وہ سب عالمین کو پوری طرح تسخیر کر سکتا ہے''

(انوار القرآن جلد سوم صفحہ 634)

انسان کا چاند پر پہلا قدم

''سال رواں (1969ء ناقل) 21 جولائی کو زمین سے باہر نکل کر انسان کا پہلا قدم چاند پر پڑا اس میں شک نہیں کہ تسخیر عالم کی عظیم جدوجہد میں انسان کا یہ بہت تاریخی کارنامہ ہے''

(انوار القرآن جلد دوم صفحہ 109)

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں علمی ترقی بہت زیادہ ہونا تھی انسان نے چاند پر قدم رکھنا تھا اور قریب ترین فاصلوں سے ستاروں اور سیاروں کی تصاویر اتار تھیں انسان نے علمی ترقی کے میدان میں یہ کارنامے سرانجام دے کر یہ سمجھ لیا کہ اس نے سب کچھ معلوم کر لیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے جو کارنامے بھی سرانجام دیئے ان کی حیثیت روٹی سے جھڑنے والے چند بھوروں سے زیادہ نہ تھی۔ان لوگوں کے غرور کو توڑنے کے واسطے احمدیوں کے واسطے علم کے میدانوں میں ترقی کرنا ضروری ہے''

(دورہ مغرب 1400ھ صفحہ 294، 295)

سائنسی انکشافات

''... یہ اتنا بڑا کارخانہ ہے جسے خدا تعالیٰ نے باطل تو نہیں بنایا انسانی زندگی کا کوئی مقصد ہونا چاہیئے... چنانچہ انسان کو مخاطب کر کے یہ اعلان کر دیا کہ ہر دو جہان کی ہر چیز بلا استثناء اس کی خدمت پر لگا دی گئی ہے کتنا بڑا مقام ہے جو انسان کو دیا گیا ہے وہ اپنی ماں کے پیٹ سے تو یہ چیزیں لے کر نہیں آتا یہ خدا تعالیٰ کی عطا ہے یہ اس کی رحمت ہے حتیٰ کہ اس نے ان ستاروں کو بھی جن کی روشنی ابھی ہم تک نہیں پہنچی انسان کی خدمت پر لگا رکھا ہے۔سائنس سے تعلق رکھنے والے لوگ ہمیں بتاتے ہیں کہ ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی ابھی ہم تک نہیں پہنچی اور ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی پچھلے پندرہ بیس سال میں ہماری دنیا تک پہلی بار پہنچی ہے ان سب کو خدا نے ہماری خدمت پر لگایا ہوا ہے چنانچہ صحیح جہت کی طرف سائنس کی ہر ترقی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ مخلوق خدا انسان کی ایک نئی شکل میں خدمت کر رہی ہے ہر سائنسی انکشاف Scientific Discovery سے پتہ چلتا ہے کہ کتنا عظیم اعلان تھا......

سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ (الجاثیہ 14:)

لیکن پھر بھی ان سائنس دانوں میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے اور اس دنیا کے متاع اور اس کی زینت کو کافی سمجھتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اس دنیوی متاع اور اس کی زینت کے نتیجہ میں اخروی متاع کے سامان پیدا کرنے کے لئے اور اخروی زندگی کے حسن کے حصول کے لئے کوشش کرتے ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا (الکھف 105:) دنیوی عیش و آرام میں پڑ جاتے ہیں جو کہ وقتی ہے اور اس میں حقیقی لذت بھی نہیں مگر پھر بھی ایسے لوگ اپنا سب کچھ دنیوی لذتوں کی خاطر برباد کر دیتے ہیں اور خدا سے دوری کی راہیں ان کو خدا کے غضب کی جہنم کی طرف لے جاتی ہیں''

(انوار القرآن جلد دوم صفحہ 618)

علم اتفاقات

(Science of Chances)

''کچھ عرصہ ہوا مجھے ایک کتاب پڑھنے کا موقع ملا جو ایک سائنس دان نے لکھی ہے اور جس میں اس نے خدا تعالیٰ کے وجود پر بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہیں وہ ہر چیز کو اتفاق کہتے ہیں اور ہر چیز کے بارے میں اتفاق،اتفاق کی رٹ لگاتے چلے جاتے ہیں مگر ان سارے اتفاقات کا جمع ہو جانا اتفاق نہیں ہو سکتا ایک سائنس یعنی ایک خاص علم ایجاد ہوا ہے جسے Science of Chances (علم اتفاقات) کہتے ہیں چنانچہ اس سائنس دان نے بھی اس خاص علم یا اس علم کے خاص اصول کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ حقائق اشیاء کی رو سے ہستی باری تعالیٰ کا انکار نہیں ہو سکتا''

(انوار القرآن جلد دوم صفحہ 494)

سائنس دانوں کی مجوبانہ دعائیں

''یہ سائنس کی ساری ترقیات خدا تعالیٰ کے ان فضلوں کے نتیجہ میں ملیں جو اللہ تعالیٰ نے دنیوی سعی کو مقبول کر کے اپنی رحمت ان پر نازل کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے کہ سائنسدان ایک ایسا وقت دیکھتے ہیں اپنی زندگی میں کہ جو کوشش کر رہے ہیں علمی میدان میں اندھیرا آ جاتا ہے سامنے اور ان کو کچھ پتا نہیں لگتا کہ ہم آگے کس طرح بڑھیں تو ان کی یہ تڑپ جو ہے کہ آگے بڑھیں کیونکہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ (الجاثیہ:14) میں 'کُمْ' سارے انسانوں کے لئے کہا گیا ہے تو اندھیرے میں وہ ہاتھ پاؤں مار رہے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ اس تڑپ کو دعا قرار دے کے اور ان کی تڑپ کے نتیجہ میں اس مجوب کی جو دعا ہے کہ خدا تعالیٰ کو جانتا بھی نہیں لیکن دعا کی کیفیت اس کے اندر پیدا ہوتی ہے اسے قبول کرتا اور اس کے لئے روشنی پیدا کر دیتا ہے''

(انوار القرآن جلد سوم صفحہ 88)

پہلے آسمان کے آگے احمدی سائنس دان ریسرچ کریں

''ہماری جو عملی سائنس ہے جہاں ٹیسٹ ہوتے ہیں یا ہماری دوربینیں دیکھتی ہیں ان کا تعلق تو پہلے آسمان سے (ہے)

خدا نے.... کہا.... تم تھوڑا سا علم پہلے آسمان کا حاصل کر کے میرے خلاف کھڑے ہو جاتے، اباو استکبار کرتے ہو،اعلان کر دیتے ہو کہ ہم زمین سے خدا کا نام اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دیں گے تم تو اس کی انتہاء بھی نہیں جانتے اور یہ تو پہلا آسمان ہے جو دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا اور ساتواں آسمان ہے اس کے جو روحانی پہلو ہیں ان کے متعلق قرآن کریم میں، احادیث میں کچھ ذکر آتا ہے جو اس کے مادی پہلو ہیں _اثرات_ کیا اثر ان کے ہو رہے ہیں وہ ابھی محض تھیوری ہے

خدا کرے ہمیں پانچ دس ایسے سائنس دان بھی مل جائیں جو ڈاکٹر سلام صاحب کی طرح اپنے ڈیسک پر بیٹھ کر دوسرے تیسرے آسمان کے متعلق تھیوریز بنایا کریں فارمولے جو آج سے پچاس سال بعد یا سو سال بعد یا ڈیڑھ سو سال کے بعد انسان کی عملی تحقیق جب وہاں پہنچے تو حیران ہو کہ ڈیڑھ سو سال پہلے ایک احمدی کے دماغ کو خدا تعالیٰ نے وہاں تک پہنچا دیا تھا اور آج ہم وہاں پہنچتے رہے ہیں''

(انوار القرآن جلد سوم صفحہ 115، 116)

احمدی سائنس دانوں کا فرض

1976ء میں احمدی طلباء کو امریکہ کے دورہ کے دوران مخاطب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا:

''احمدی سائنس دانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ سائنسی علوم میں دسترس حاصل کر کے دنیا پر ثابت کریں کہ سائنس اور اسلام میں کوئی تضاد نہیں اسلام خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سائنس اس کا فعل اور دونوں میں تضاد ہو ہی نہیں سکتا۔

ہمارے طلباء کو جو دنیوی علوم میں دسترس حاصل کر رہے ہیں اپنے مقام کو سمجھنا چاہیئے اور خدا یابی کے میدان میں رہنمائی کا فرض ادا کرنا چاہیئے''

(الفضل 27 اگست 1976ء)

بقیہ صفحہ 8 پر

انصر رضا۔ واقفِ زندگی۔ کینیڈا

نزولِ ابن مریمؑ۔حقیقت یا تمثیل

چوں مرا حکم از پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نامِ من بنہادہ اند

غیر احمدی علماء اور اُن سے سیکھ کر عام لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث میں جس وجود کے آنے کی خبر ہے وہ ’’ابن مریم‘‘ یعنی مریم کا بیٹا ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ مرزا صاحب، جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، کی والدہ کا نام مریم نہیں بلکہ ’’چراغ بی بی‘‘ تھا۔ لہٰذا مرزا صاحب کسی طور بھی ’’ابن مریم‘‘ نہیں ہو سکتے۔

اس اعتراض سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ معترضین احادیث کے الفاظ کو ظاہری طور پرمراد لیتے ہیں اور باوجود اس کے کہ قرآنِ کریم میں واضح طور پر اس بات کا اعلان کیا جاچکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں اور اب کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ اس کے باوجود غیر احمدی مسلمانوں کا ایک طبقہ اس بات پر مُصر ہے کہ احادیث میں جس ابن مریم کے آنے کی خبر ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تو ابن چراغ بی بی ہیں وہ ابن مریم کیسے ہوسکتے ہیں۔

اس اعتراض کے جواب میں یا اس کے رد میں مندرجہ ذیل نکات ملحوظِ خاطر رکھنے چاہئیں:

وفاتِ مسیحؑ کا قرآنی اعلان

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ قرآنِ کریم واضح طور پر اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں۔ اس حقیقت کو اب بڑے بڑے علماء بھی تسلیم کرچکے ہیں اور غیر احمدی مخالف علماء اپنے لوگوں کو اس بات کی نصیحت کرتے ہیں کہ احمدیوں سے اس مسئلہ میں بحث نہ کریں کیونکہ اس بارے میں احمدیوں کے پاس اتنے قطعی اور واضح دلائل ہیں کہ کوئی بھی غیر احمدی عالم یا عام آدمی اس بات کو رد نہیں کرسکتا اور حیاتِ مسیحؑ کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکتا۔ یہاں یہ دلائل دہرانے کی ضرورت نہیں۔

ابن مریم کی احادیث۔ درست یا غلط

لہٰذا جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں تو پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ وہ احادیث جن میں ’’ابن مریم‘‘ کے آنے کی خبر ہے کیا وہ صحیح ہیں یا غلط۔ ان احادیث کی جرح و تعدیل سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ وہ احادیث درست ہیں اور امام بخاری و امام مسلم نے انہیں صحیح قرار دیتے ہوئے اپنے مجموعہ میں درج کیا ہے۔

عرب محاورہ

وفاتِ مسیحؑ ثابت ہونے اور ابن مریم کی احادیث صحیح ثابت ہونے کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان احادیث میں جس ابن مریم کا ذکر ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ کوئی اور ہے۔ اور وہ جو کوئی بھی ہوگا اسے تمثیلی طور پر ’’ابن مریم‘‘ قرار دیا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔ اس بات کو مزید ثابت کرنے کے لئے ہم عرب محاورہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان میں کسی شخص کے لئے تشبیہ، استعارۃ، اور کسی دوسرے شخص کے ساتھ نسبت ظاہر کرنے کے لئے کسی نام یا صفت کے ساتھ ’’ابن‘‘ ’’ابو‘‘ اور ’’اُم‘‘ کے الفاظ لگائے جاتے ہیں۔ اور جب ایسا کیا جاتا ہے تو اس سے عرب یہ مراد لیتے ہیں کہ یہ اس شخص کا اصل اور حقیقی نام نہیں جو اُس کے ماں باپ نے رکھا تھا بلکہ اُس کی صفت ہے۔ عربی زبان میں اسے ’’کنیت‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔

قرآنِ کریم میں اس محاورہ کا استعمال

قرآنِ کریم میں مسافر کے لئے ’’اِبْنُ السَّبِيْلِ ‘‘ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اب اگر اس کے لغوی معنی پر اصرار کیا جائے جس طرح ’’ابن مریم‘‘ کی آمد کی خبر میں اصرار کیا جاتا ہے کہ ابن مریم سے مراد مریم کا جسمانی بیٹا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد لئے جائیں گے تو پھر اس لفظ کا مطلب بنے گا ’’راستے کا بیٹا‘‘ جو ایک مہمل اور بے معنی بات ہے۔ اِس کی مزید وضاحت میں قرآنِ کریم کی چند مثالیں بیان فرماتے ہوئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اس قسم کی بہت سی آیات قرآن شریف میں موجود ہیں کہ جو مر گیا وہ ہرگز پھر دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ اور یہ تو ظاہر ہوچکا کہ حضرت مسیح فی الواقعہ فوت ہوچکے ہیں۔ پھر باوجود اس قرینہ صریحہ بیّنہ کے اگر حدیثوں میں ابن مریم کے نزول کا ذکر آیا ہے تو کیا یہ عقلمندی ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ ابن مریم رسول اللہ آسمان سے اتر آئے گا۔ مثلاً دیکھئے کہ اللہ جلشانہ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل ہماری اس نعمت کو یاد کرو کہ ہم نے آل فرعون سے تمہیں چھڑایا تھا جب وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو رکھ لیتے تھے۔ اور وہ زمانہ یاد کرو جب دریا نے تمہیں راہ دیا تھا اور فرعون اس کے لشکر سمیت غرق کیا گیا تھا اور وہ زمانہ یاد کرو جب تم نے موسیٰ کو کہا تھا کہ ہم بغیر دیکھے خدا پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے تمہیں بدلی کا سایہ دیا اور تمہارے لئے من وسلویٰ اتارا اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کوہ طور تمہارے سر کے اوپر ہم نے رکھا تھا پھر تم نے سرکشی اختیار کی۔ اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا کہ تم خون نہ کرنا اور اپنے عزیزوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالنا اور تم نے اقرار کرلیا تھا کہ ہم اس عہد پر قائم رہیں گے لیکن تم پھر بھی ناحق کا خون کرتے رہے اور اپنے عزیزوں کو ان کے گھروں سے نکالتے رہے۔ تمہاری یہی عادت رہی کہ جب کوئی نبی تمہاری طرف بھیجا گیا تو بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کے درپے قتل ہوئے یا قتل ہی کردیا۔

اب فرمایئے کہ اگر یہ کلمات بطور استعارہ نہیں ہیں اور ان تمام آیات کو ظاہر پرحمل کرنا چاہئے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جو لوگ درحقیقت ان آیات کے مخاطب ہیں جن کو آل فرعون سے نجات دی گئی تھی اور جن کو دریا نے راہ دیا تھا اور جن پر من وسلویٰ اتارے گئے تھے وہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ تک زندہ ہی تھے یا مرنے کے بعد پھر زندہ ہوکر آگئے تھے۔ کیا آپ لوگ جب مسجدوں میں بیٹھ کر قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھاتے ہیں تو ان آیات کے معنی یہ سمجھایا کرتے ہیں کہ ان آیات کے مخاطبین ہی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہد رسالت تک بقید حیات تھے یا قبروں سے زندہ ہوکر پھر دنیا میں آگئے تھے۔ اگر کوئی طالب العلم آپ سے سوال کرے کہ ان آیات کے ظاہر مفہوم سے تو یہی معنی نکلتے ہیں کہ مخاطب وہی لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ اور دوسرے نبیوں کے وقت موجود تھے کیا اب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ سب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وقت میں زندہ تھے یا زندہ ہوکر پھر دنیا میں آگئے تھے۔ تو کیا آپ کا یہی جواب نہیں کہ بھائی وہ تو سب فوت ہوگئے اور اب مجازی طور پر مخاطب ان کی نسل ہی ہے جو ان کے کاموں پر راضی ہے گویا انہی کا وجود ہے یا یوں کہو کہ گویا وہی ہیں۔ تو اب سمجھ لو کہ یہی مثال ابن مریم کے نزول کی ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۔446,447)

لقب، نام اور صفت

سورۃ آل عمران کی آیت۔ 46 میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ فرشتہ نے حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہوئے کہا: اِسۡمُہُ الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اس کا نام المسیح عیسی ابن مریم ہوگا۔ اس لحاظ سے اُن کے تین نام ہوئے: المسیح عیسیٰ اور ابن مریم۔ لیکن عربی زبان کا اصول ہے کہ اسمِ معرفہ کے ساتھ ’’ال‘‘ نہیں لگتا۔ اس لئے المسیح نام نہیں لقب ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس شخص کی والدہ کا نام ’’مریم‘‘ ہوگا وہ لامحالہ ’’ابن مریم‘‘ ہوگا۔ اور یہ نام تو کثرت سے رکھا جاتا ہے اس لحاظ سے ابن مریم کوئی نام نہیں بلکہ ایک صفت ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مخالفینِ احمدیت ایک بے بنیاد اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ نبی کا نام مرکب نہیں ہوتا اس لئے ’’مرزا غلام احمد قادیانی‘‘ نام والا شخص نبی نہیں ہوسکتا، جبکہ اس محولہ بالا آیت میں ایک نبی کا مرکب نام بیان کیا گیا ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں سورۃ آل عمران کی آیت۔ 46 کی تفسیر کرتے ہوئے اس کے متعلق لکھا ہے:

’’پانچواں سوال: یہ کیوں کہا کہ اُس کا نام المسیح عیسی بن مریم ہے جبکہ نام تو صرف عیسیٰ ہے، المسیح لقب ہے اور ابن مریم صفت ہے۔

جواب۔ نام مسمی کی علامت اور اس کی پہچان ہوتا ہے اور یہ ان تینوں (اسم، لقب، صفت) کا مجموعہ ہے۔‘‘

اُردو زبان کے مشہور شاعر مرزا غالب نے بھی اس بات کو اپنے ایک شعر میں اس طرح بیان کیا ہے

ؔابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

یعنی کوئی ایسا ہو جو ابن مریم ہو کر میرے دُکھ کی دوا کرے۔ یہ نہیں کہا کہ خود یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر میرے دُکھ کی دوا کریں۔

احادیث میں اس محاورہ کا استعمال

کفّارِ مکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ’’ابن ابی کبشہ‘‘ کہہ کر پکارا کرتے تھے حالانکہ سب کو معلوم تھا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نام محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہے۔ ابوسفیان نے قیصر روم کے دربار میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خط کی عزت ہوتی دیکھ کر کہا ’’لَقَدۡ أَمِرَ أَمۡرُ ابۡنِ أَبِيۡ كَبۡشَةَ إِنَّهٗ يَخَافُهُ مَلِكُ

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION · Download on the App Store · Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بَنِي الْاَصْفَرِ (ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ تو بہت بڑھ گیا۔اس سے تو بنی اصفر (روم) کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔‘‘

(بخاری کتاب کیف کان بدء الوحی)

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اس صفت سے موصوف کرنے کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پہلے مکہ میں ابی کبشہ نام کا ایک شخص تھا جو بت پرستی سے بیزار تھا اور علانیہ ان کا انکار کیا کرتا تھا۔ جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بھی وہی طریق ظاہر فرمایا تو لوگوں نے آپؐ کو ابی کبشہ سے منسوب کرتے ہوئے ’’ابن ابی کبشہ‘‘ کہنا شروع کر دیا یعنی ایسا شخص جو ابی کبشہ جیسی باتیں کرتا ہے گویا صفاتی طور پر اس کا بیٹا ہے۔

بخاری کتاب الانبیاء علیہم السلام اور مسلم کتاب الفضائل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں ایک حدیث کے آخر میں حضرت ہاجرہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابوہریرۃؓ کہتے ہیں: ’’تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَآءِ السَّمَآءِ‘‘ (اے آسمان کے پانی کے بیٹو! یہ ہے تمہاری ماں) یہاں عربوں کو استعارۃ کے طور پر آسمان کے پانی کے بیٹے کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اصطلاح کو لفظی معنی میں نہیں لے سکتے بلکہ استعارۃ اور تشبیہ سمجھنے پر مجبور ہیں۔

حضرت علیؓ کو ابو تراب کہا جاتا تھا۔اس کا مطلب ہے مٹی کا باپ۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی صفاتی طور پر سمجھا جائے گا نہ کہ لفظی طور پر۔

حضرت ابوہریرۃؓ کے اس لقب کا مطلب ہے بلیوں کا باپ۔ ظاہر ہے کہ وہ خود انسان تھے اور ان کی جسمانی اولاد بھی انسان تھی نہ کہ بلی۔

أَنْتُمْ۔فِيْكُمْ۔مِنْكُمْ کا استعمال

’’وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ‘‘ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ زمانہ قریب ہے کہ ابن مریم تمہارے اندر نازل ہوں گے۔

(بخاری کتاب الانبیاءؑ اور مسند احمد بن حنبل (مسند ابوہریرۃؓ))

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب مریم کے بیٹے تمہارے اندر نازل ہوں گے اور وہ تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔ (صحیح بخاری)

إِنِّيْ لَأَرْجُوْا أَنْ طَالَ بِيْ عُمُرٌ أَنْ أَلْقٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَإِنْ عُجِلَ بِيْ مَوْتٌ فَمَنْ لَقِيَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَئْهُ مِنِّي السَّلَامَ میں امید کرتا ہوں کہ اگر میری عمر طویل ہوئی تو میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ملاقات کرلوں گا، اگر مجھے جلدی موت آ گئی تو تم میں سے جو بھی ان سے ملاقات کرے تو انہیں میرا سلام پہنچا دے۔

(مسند احمد بن حنبل)

يُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ أَنْ يَّلْقٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ قریب ہے کہ جو تم میں سے جیتا رہے وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے گا

(مسند احمد بن حنبل)

يُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ أَنْ يَّرٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ قریب ہے کہ تم میں سے جو شخص جیتا رہے تو وہ عیسیٰ ابن مریم کو دیکھ لے گا

(المعجم الصغیر الطبرانی)

ان تمام احادیث میں صحابہ کرامؓ سے خطاب فرماتے ہوئے صیغۂ مخاطب، أَنْتُمْ (تم سب)، فِيْكُمْ (تمہارے اندر / درمیان)، مِنْكُمْ (تم میں سے) استعمال کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ تم میں سے جو بھی زندہ رہے گا وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے ملاقات کرلے گا۔ تمام صحابہ کرامؓ وفات پا گئے لیکن کسی ایک کی بھی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے ملاقات نہیں ہوئی حالانکہ یہ بات قسم کھا کر اور زور دے کر کہی گئی تھی کہ قریب ہے کہ تم میں سے جو بھی زندہ رہے گا اس کی ملاقات عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے ہوگی اور یہ کہ اُن کا نزول تمہارے درمیان ہوگا۔ لیکن قسم کھا کر اور زور دے کر کہی گئی بات پوری نہیں ہوئی۔اس کا، نعوذ باللہ، یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بات غلط ثابت ہوئی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا فہم غلط ہے۔ اگر ان تمام احادیث میں، قرآنِ کریم کی واضح آیات کے خلاف ’’ابن مریم‘‘ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام لئے جانے پر ہی اصرار ہے تو أَنْتُمْ (تم سب)، فِيْكُمْ (تمہارے اندر / درمیان)، مِنْكُمْ (تم میں سے) سے مراد وہ صحابہ کرامؓ کیوں نہیں لئے جاتے جن سے صیغۂ مخاطب میں خطاب کیا گیا ہے۔ ایسا نہیں کہ جہاں چاہا کسی اصطلاح کے لفظی معنی اختیار کر لئے اور جہاں چاہا اسے استعارہ قرار دے دیا۔ اس لئے ’’ابن مریم‘‘ کے نزول سے تمثیلی طور پر سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور مراد ہے جن کی صداقت قرآن و حدیث سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو چکی ہے اور یہ نزول صحابہ کرامؓ میں نہیں، جن سے خطاب کیا گیا تھا، بلکہ اُن میں ہوا جو صحابہ کرامؓ کے مثیل ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَخْزَى الْاَعَادِيْ

چھوٹی مگر سبق آموز بات

تقریر کرنے، تحریر لکھنے یا اہم گفتگو کرنے سے قبل رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ والی دعا ضرور پڑھ لینی چاہیے، اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان میں فصاحت و بلاغت عطا کی جاتی ہے۔ سیرالیون مغربی افریقہ میں ہمارے افریقن بھائی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کہہ کر بات کا آغاز کرتے ہیں۔

03جولائی2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:15	19:07
مدینہ منورہ	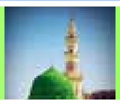	04:06	19:15
قادیان	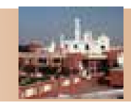	03:48	19:38
ربوہ		03:28	19:18
اسلام آباد ٹلفورڈ	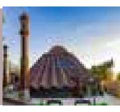	03:24	21:21

بقیہ: تسخیر کائنات اور سائنسی نکات...... از صفحہ 6

علمی ترقی کے لئے دعا

’’احمدیوں کے واسطے علم کے میدانوں میں ترقی کے میدانوں میں ترقی کرنا ضروری ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دعا سکھائی گئی جو یہ ہے

رَبِّ اَرِنِيْ حَقَآئِقَ الْاَشْيَآءِ
یعنی اے میرے رب مجھے اشیاء کے حقائق دکھا

اس میں دراصل یہ بتانا مقصود تھا کہ علمی ترقی کے لئے دعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی مدد حاصل کرنا ضروری ہے‘‘

(دورہ مغرب 1400ھ صفحہ 294، 295)

’’پھر یہ دعا بھی خاص طور پر کریں کہ اللہ تعالیٰ. ہمارے بچوں کے ذہنوں میں جلاء پیدا کرے اور انہیں توفیق عطا کرے کہ وہ دین اور دنیا کے علوم زیادہ سے زیادہ حاصل کرتے رہیں اور سب احمدیوں کو توفیق بخشے کہ کسی بھی علمی میدان میں جب بھی ان کے مقابلہ پر کوئی آئے وہ اس پر بھاری رہیں‘‘

(خطابات ناصر جلد اول صفحہ 84)